سلسلہ خطبات جمعہ　　شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

فکرِ عقبیٰ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم صلی الله علیه وسلم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (توبه ۸۱.) ترجمہ: ''سو وہ ہنس لیں تھوڑے اور روئیں بہت سا۔ یہ بدلہ اس کا جو وہ کماتے ہیں''

عن ابی هريرة قال قال ابو القاسم صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیر اولضحکم قلیلا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری روح ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تمہارا رونا زیادہ ہوگا بہ نسبت ہنسنے کی' یعنی اسمیں کافی کمی آجائے گی۔

منافقین کا انجام:

محترم سامعین! مالک الملک آیت کریمہ میں ان منافقوں کے انجام کا ذکر فرما رہے ہیں جو اسلام' مسلمانوں اور شعائر اسلام کا مذاق اڑا کر ان پر ازراہ توہین ہنستے ہیں چندروزہ زندگی میں اپنی بے ہودہ حرکات کے طور پر ہنس لیں' اس عارضی' فانی اور چندروزہ زندگی کے خاتمہ پر پھر تمہارا رونا ہی رونا مقدر ہوگا۔ اور آنے والی زندگی کی انتہا بھی نہیں۔ کیا ہی بیکار اور عقل کی کسوٹی سے عاری سودا ہے تمہارا کہ اس حقیر زندگی کی عیاشی اختیار کر کے دائمی زندگی کی پر کیف زندگی کو مستقل عذاب میں بتدیلی کر دیا۔ اس سے یہ سمجھ کر بے فکر ہو جانا کہ چلو یہ تو کفار' بدکاروں اور منافقین کو خطاب اور ان کی مذمت وسزا کا حکم ہے ہمیں اس سے کیا۔

اللہ کے دوست و دشمن:

یاد رکھیں! اللہ جل جلالہ کسی ذات سے محبت یا دشمنی نہیں بلکہ ان افعال واعمال سے تعلق ہے جن کا ارتکاب یہ فرد کر رہا ہے۔ اگر اس کا کردار و عمل ایسا ہے جو اللہ کے رضا اور خوشنودی کا سبب ہے تو یہ بندہ اللہ کا محبوب اور اللہ اس کا محبوب' پھر یہ اس جماعت کا ایک فرد بن جاتا ہے' جن کے بارہ میں اللہ کا ارشاد ہے **والذین آمنو اشد حبا الله** یعنی جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی محبت میں سچے' پکے اور مضبوط ہوتے ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ جس شخص کے دل

میں اللہ کی محبت نہیں ہوتی الٹا وہ اللہ کے احکامات کی توہین وتحقیر کرتا ہے وہ مسلمانی کی نعمت سے محروم ہے اسی طرح اگر اس فرد کا عمل وکردار کفار کے اعمال کی طرح ہے تو وہ اللہ کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے اور اس کا آخری انجام کفار کی طرح ہوگا۔ یہ قاعدہ صرف اس تلاوت شدہ آیت کے بارہ میں نہیں بلکہ قرآن نعوذ باللہ قصہ گوئی اور تاریخی واقعات کے ذکر کرنے والی کتاب نہیں بلکہ جن اقوام اور امتوں کے برائیوں کا تفصیلی ذکر اور راہ راست پر نہ آنے کی صورت میں عذاب دینے والے واقعات، جہاں ایک مخصوص قوم کو صراط مستقیم پر چلنے کا حکم ہے ان تمام واقعات واحکام کا ذکر قیامت تک آنے والے نسل انسانی کے عبرت، اور ہدایت کی راہ چلنے کی دعوت عام ہے۔ کہ جن عوامل واعمال کی وجہ سے انسانوں کی بستیاں نیست و نابود کردی گئی روز محشر تک آنے والا انسان ان اعمال سے بچتا رہے، ورنہ یہ بھی اسی سزا کا مستحق ہے جسے امم سابقہ کے افراد نے اللہ کی نافرمانی کی صورت میں بھگتا۔

حاکم حقیقی اور حاکم عارضی

آئے روز آپ سنتے اور دیکھتے رہتے ہیں کہ دنیا میں ایک حاکم وقت کی بغاوت پر باغی کی سرزنش اور سر کاٹنے یا پھانسی کی سزا ہو جاتی ہے اس سے اگر ایک عقل وخرد سے خالی فرد یہ سمجھے کہ یہ تو فلاں شخص کی سزا ہے مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے، ایک باغی کو اس فانی و چند روزہ اقتدار پر بیٹھا آدمی موت کی سزا اسلئے دیتا ہے کہ جب تک میں مسند اقتدار پر براجمان ہوں، رعایا کا کوئی دوسرا فرد اس جرم کو کرنے کا تو کیا تصور بھی نہ کرے حالانکہ اللہ کی بادشاہت، حاکمیت اور مالکیت کے سامنے دنیا کے حاکم اور عارضی اقتدار پر بیٹھے شخص کی ذرہ برابر حیثیت نہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

جامع دستور حیات:

قرآن مجید وہ کامل ومکمل اور قیامت تک وجود میں آنے والی نسلوں کے لئے ایسی جامع دستور حیات ہے کہ اس کے کسی ایک آیت بلکہ لفظ کے بارہ میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے بارہ میں تھا، اب اس پر عمل کی ضرورت نہیں ایسا سمجھنے والے کو دانشور، روشن دماغ تو کیا انسان بھی سمجھنا انسانیت کی تحقیر ہے، جن آیات وواقعات میں ایمان سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا گیا، ہمیں اور ہمارے آنے والوں کو اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہے کہ ان زیر عتاب لوگوں کے عذاب کے اسباب ہمارے اندر موجود ہیں یا نہیں۔

ہنسنے ہنسانے کا وبال:

محترم سامعین! زیادہ ہنسنا اور دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو جانا اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں میں خوف خداوندی کا احساس، اللہ کی عظمت، اس کے عذاب سے نجات اور فکر آخرت کا تصور کم تر ہوتا جارہا ہے، بدقسمتی سے اس دور کے مسلمان بھی ہنسانے، ہنسنے، دنیوی عیش وعشرت اور راحت وچین میں ایسے غرق ہوگئے کہ جس مقصد کے لئے اللہ نے پیدا فرمایا وہ ہم سب بھول گئے کہ ایسا وقت ضرور آنے والا ہے۔ جس میں ہمارے ہر عمل کا محاسبہ ہوگا، نجات حاصل کرنے کی راہ میں

شدید ترین کٹھن مراحل ہر مسلمان نے طے کرنے ہیں، صبح وشام دنیا کے حاصل کرنے کے ذرائع اور وسائل حاصل کرنے کیلئے ہر فرد اپنے اپنے ہمت اور طاقت سے بڑھ کر زور لگا رہا ہے، جائیداد ہو، موٹر کار ہو، بنگلہ سب سے اعلیٰ ہو۔ الغرض جتنی رغبت اور محنت دنیا کیلئے ہے آخرت میں کامیابی کی وہ محبت اور اس کا اتنا شوق نہیں۔ ظاہری طور پر مسلمانوں کے موجودہ کردار سے معلوم ہو رہا ہے کہ آخرت کے معاملات سے یہ یکسر انکاری ہیں۔

مصائبِ محشر:

ورنہ خطبہ کے ابتداء میں آیت کریمہ کے بعد آنحضرت ﷺ کا ارشاد جو میں نے پیش کیا جس کا خلاصہ یہ کہ اس مختصر سی زندگی کے بعد جن احوال کا آپ لوگوں کو سامنا کرنا ہے یعنی عالم برزخ، روز قیامت کے مشکلات حق تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں کیلئے ہولناک عذاب اور نتیجہ جو مجھے معلوم ہے جس کی وجہ سے میرے دل پر ہر وقت غم وفکر لاحق ہوتا ہے اے میرے امتیو! اگر تم بھی ان تمام پیش ہونے والے مصائب سے آگاہ ہو جاؤ تو خوف وہیبت کے مارے تم لوگ ہنسنا بھول جاؤ بلکہ اپنا زیادہ تر وقت رونے اور غم میں صرف کرو گے۔ اخروی کامیابی جو کہ اعلیٰ ترین چیز ہے کیلئے قربانی دے کر دنیا اور اس کے مال ومتاع جو حقیر ترین اشیاء ہیں حاصل کرنے والوں کو کیا یہ معلوم ہے کہ خاتم الانبیاءؑ کے ارشاد گرامی میں اس بے وقعت چیز کی اللہ کے ہاں کیا قدر وقیمت ہے۔

دنیا کی حقیقت:

فرمان نبویؐ ہے: **وعن سهل بن سعد رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ذ لو كانت الدنيا تعدل عندالله جناح بعوضة ماسقىٰ كافراً منها شربة (رواه الترمذى)**

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اس دنیا کی اگر اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قدر وقیمت ہوتی تو اللہ جل شانہ اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔

کافر تو خدا کا دشمن ہے۔ یہاں دنیا کا معمول بھی یہی ہے کہ ایک دشمن اپنے مخالف کو قطعاً وہ چیز نہیں دیتا جس کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت ہو، دنیا کے حقیر ہونا کا سبب یہی ہے کہ اس جلد ختم ہونے والے مال ومتاع کو جس طرح اپنے صالحین کو عطا فرمایا اس سے زیادہ سرکشوں کو دیتا ہے۔ یہ زیادہ دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے محبوب ہیں بلکہ ثبوت ہے اس بات کی کہ جیسے کفار کفر کی وجہ سے ذلیل ورسوا ہیں، اللہ کے ہاں انکو اس کے دیئے گئے مال کی حیثیت بھی ذلیل ہے۔

حصول رزق حلال:

ہمیشہ آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں کہ حلال مال کا حصول ممنوع اور قبیح نہیں بلکہ دین میں اس کے حاصل کرنے کی ترغیب بار بار دی گئی مگر یہ اجازت ہے مشروط ہے کہ دنیا کے مال ومتاع کے محبت میں اتنا ڈوبنا کہ مالک الملک اور مسبب

الاسباب سے غافل ہوکر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی زندگی کے کسی حصہ میں خیال ہی نہ رہے۔ یہ دنیا اور اسکے اسباب تو حسنات حاصل کرنے کا آلہ ہیں نہ کہ مقصد اعلیٰ ہے۔

فکرِ آخرت:

یہی وجہ ہے کہ جس کے دل و دماغ میں ہر وقت یہ بات کہ مجھے اللہ کے سامنے پیش ہوکر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حساب دینا ہے تو سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ہر وقت مسکرانے اور لہو ولعب میں مصروف رہے، بلکہ اسے اپنے اعمال و گفتار میں اللہ کی نافرمانی پر رونے اور گناہوں سے مغفرت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ آخرت کے مقابلہ میں اس مختصر سے عالم دنیا میں تو مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جب امکان ہو کہ زندگی کے چند لمحات میں کسی آفت یا آزمائش کا سامنا کرنا ہے تو سنتے ہی عیش وعشرت اور ہنسنے کا سوال تو پیدا نہیں ہوتا، آرام، سکون اور راحت بھی اذیت میں بدل کر ہر وقت اس آنے والے آزمائش سے محفوظ رہنے کے لئے گریہ وزاری اور راہیں تلاش کرنے میں لگ جاتے ہیں جبکہ موت کے بعد پیش آنے والے مصائب کے سامنے دنیاوی آفات کی کوئی حیثیت نہیں۔ دنیوی مصائب میں خیر کے کئی پہلو مضمر ہوتے جبکہ آخرت کی اذیت (اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے) میں خیر کا شائبہ تک نہیں۔

صحابہ کرام کی کیفیت ضحک:

محترم حاضرین! آپ کو معلوم ہے کہ اسلام میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط بلکہ فطرت کے مطابق مذہب ہے اس کے ہر حکم میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مسکرانے اور ہنسنے کی مذمت سے یہ نہ سمجھیں کہ اسلام میں مسکرانا بالکل شجرہ ممنوعہ ہے آنحضرت ﷺ بھی ہنستے، صحابہ رضوان اللہ بھی ہنسی مذاق کرتے، مگر ہمارا اور ان مقدس ہستیوں کے مسکرانے میں زمین وآسمان کا فرق ہے، جلیل القدر صحابی حضرت قتادہ صحابہؓ کے ہنسنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔

وعن قتادہ قال سئل ابن عمرؓ ہل کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یضحکون قال نعم والایمان فی قلوبہم اعظم من الجبل وقال بلال بن سعد ادرکتہم یشتدون بین الاغراض ویضحک بعضہم الی بعض فاذا کان اللیل کانوا رہبانا (رواہ فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت قتادہ روایت کررہے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ حضورؐ کے صحابہ ہنسا کرتے تھے، ابن عمر نے فرمایا ہاں، حالانکہ ان کے دلوں میں (ہنستے وقت) پہاڑ سے بھی بڑا ایمان موجود رہتا اور حضرت بلال بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہؓ کو اس حالت میں پایا کہ وہ (مشق کرتے ہوئے) تیر کے نشانوں کے درمیان دوڑنے میں مصروف ہوتے اور ایک دوسرے کی باتوں پر ہنستے رہتے مگر جب رات آتی تو وہ اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہوجاتے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی ہنسی دنیا داروں کی طرح نہ ہوتی بلکہ ایسے حالت میں ان کا ایمان اور خوف خدا کامل ان کے اندر موجود رہتا۔

صحابہ کرام کی فکر آخرت:

رات کو عبادت کا وقت ہوتا ہے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ان کا رابطہ صرف اللہ سے قائم رہتا۔ اپنے مالک و خالق کے سامنے عجز و انکساری کا مجسمہ بن کر روتے اور گڑگڑاتے' صحابہ کرامؓ کا ایمان کامل تھا' دنیا کی عیش و عشرت اور رنج و الم اس قابل ہی نہیں کہ تمام عمر اس بارہ فکر مند رہنا پڑے بلکہ اصل فکر و غم کرنا یہ تھا کہ کیسے آخرت کی خوشی حاصل کی جائے' اور عذاب سے محفوظ رہنا نصیب ہو' عمر بھر یہ حضرات اسی فکر اور جذبہ کو حاصل کرنے والے اسباب پر عمل کرتے رہے تو موت کا خوف ان سے معدوم ہو کر موت آنے پر وہ خوش ہوتے' میدان جہاد میں جب شہادۃ کا موقع ملتا' آخری جملہ ان کے مبارک زبان پر یہ ہوتا ''فزت ورب الکعبۃ'' رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا۔

شقی و سعید:

اور جنہوں نے اس دنیا کو اپنا سب کچھ سمجھ لیا کہ یہی مقصد حیات ہے عیش و عشرت اور ہنسی مذاق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا' ایسے لوگ موت سے خوف زدہ رہتے ہیں' وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زندگی میں اللہ کی ملاقات کے طلبگار نہ تھے۔ نتیجہ رب العالمین بھی ان سے ملاقات پسند نہیں کرتا۔ پھر جب یہ بد بخت قرآن' احادیث' علماء اور صلحاء سے سنتے ہیں کہ ان نافرمانوں کا سخت سزاؤں سے واسطہ پڑے گا' اپنی گمراہی پر رو کر موت کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور جو نیک بخت موت کو پسند کرتا ہے' اس کو جب حالت نزع اور توبہ قبول نہ ہونے کا وقت آ جاتا ہے اور اس صالح اور متقی مومن کو اپنے رضا و خوشنودی اور جنت میں داخلہ کی خوشخبری جب اللہ کی طرف سے دی جاتی ہے' جس کی وجہ سے زندگی کے مقابلہ میں موت سے محبت ہو جاتی ہے کہ جلد موت آ کر ان عظیم انعامات کو حاصل کرنے کیلئے عالم دنیا سے رخصت ہو جاؤں ان نوازشات کا ملنا موت کے بعد ہی ہے۔ ''الموت یوصل الحبیب'' دریا کے ایک کنارے عاشق ہو اور دوسرے کنارے معشوق۔ عاشق معشوق کی ملاقات تب کر سکتا ہے کہ درمیان میں کوئی رابطہ اور پل وغیرہ ہو جس کو کراس کر کے دوسرے طرف پہونچ جائے۔ اسی طرح ایک پارسا مسلمان جو اپنے رب کا محب اور رب اس کا محبوب ہے' اس سے ملاقات کی نعمت تب حاصل ہوگی جب محب موت کا مرحلہ طے کر لے۔ اسی ذوق و شوق کے پیش نظر صحابہ اور اللہ کے نیک بندے موت کا استقبال کرنے ہر وقت تیار رہتے۔

سنگ دلی کی علامت:

محترم دوستو! ذکر کر رہا تھا کہ قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ حد سے زیادہ مسکرانا بالخصوص قہقہے یہ سنگدلی و موت اور آخرت سے غفلت کی نشانی ہے' بزرگوں سے منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام جب حضرت موسیٰؑ سے واپسی کی رخصت لینے لگے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نصیحت فرمانے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا اے موسیٰ جھگڑے سے بچو۔ بغیر ضرورت سفر سے اجتناب کرو' بلا وجہ ہنسنے سے اجتناب کرو' خطا کاروں کو ان کی خطاؤں پر شرمندہ نہ کرو اور جب کسی

عمل میں کوتاہی ہو جائے تو رویا کرو۔

ہنسنے کا شرعی طریقہ:

یہ یاد رکھیں مطلق ہنسنا مذموم نہیں بلکہ ایسے ہنسنے کی قباحت بیان کی گئی ہے جو حد سے تجاوز کر کے قہقہہ کی صورت اختیار کر جائے جیسے ہمارا ہنسنا کہ غیر اخلاقی وغیر مہذب صورت بنا کر قہقہے میں بدن کے تمام اعضاء کو شامل کرنے کے بعد اپنے منہ سے عجیب وغریب آوازیں نکالنے کی کوشش بھی کر دیتے ہیں' زور دار قہقہوں سے جب تک آنتوں میں درد شروع نہ ہو بس نہیں کرتے ان گناہ بے لذت جیسے اعمال میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اگر ہم ان قیمتی لمحات کو حضور ﷺ کے ارشاد کہ زندگی کی لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کا زیادہ استحضار کرو' کے مطابق خرچ کرتے تو ان بے مقصد اعمال وحرکات میں وقت ضائع کرنے کا دل میں شوق ہی پیدا نہ ہوتا' مسکرانا جس کو تبسم سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے روایت ہے

مسکرانا سنت ہے:

عن عائشہؓ ما رایت النبی ﷺ مستجیمعاً ضاحکا حتی اری منه لهواته انما کان یتبسم (رواہ البخاری) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو بھی (اس حالت میں) نہیں دیکھا کہ (ہنسنے میں) آپ کا منہ (اتنا) کھل گیا ہوں کہ مجھے آپؐ کے حلق کا مسوڑھا نظر آیا ہو۔ بلکہ اکثر وبیشتر آپ کا ہنسنا مسکراہٹ کی حد تک رہتا۔ آنحضرت ﷺ جب صحابہ سے کفر کے دور کے وہ واقعات جن کا سننا شرعی لحاظ سے جائز ہوتا ان میں ہنسنے کا واقعہ ہوتا تو اس پر مسکراتے۔ میری معلومات کے مطابق آپ کبھی بھی قہقہہ کی صورت میں نہیں ہنسے۔

حسن بصری کے اقوال:

آیت فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا کی تفسیر میں مشہور مفسر قرآن حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں' دنیا میں تھوڑا بھی ہنسنا دوزخ میں شدید رونے کا سبب بنے گا' اور کس قدر حیرت وتعجب کا مقام ہے اس سے زیادہ ہنسنے والے پر جسے دوزخ درپیش ہے اور اس خوشیاں منانے والے پر جس کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے۔ ہم تو اتنے سنگ دل ہو گئے کہ کسی واعظ کا اثر ہم قبول ہی نہیں کرتے اللہ کے نیک بندے نصیحت کرنے والے کی ایک بات سن کر اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ حسن بصریؒ کا گزر ایک ایسے نوجوان کے قریب سے ہوا۔ جو خوشی سے ہنس رہا تھا' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا تم نے پل صراط (کامیابی سے) عبور کر لیا ہے کہا نہیں پھر پوچھا کیا تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارا داخلہ جنت میں ہو گا' جواب میں کہا نہیں۔ فرمایا کہ پھر یہ ہنسی (کس خوشی میں) ہو رہی ہے' حسن بصریؒ کی یہ بات اس جوان کے دل کو ایسی لگی کہ توبہ تائب ہو کر اس نوجوان کو کبھی کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

ہمیں تو آنحضرت ﷺ تعلیم دے رہے تھے کہ اللہ کے خوف سے رویا کرو اگر رونا نہ آسکے تو رونے والے کی شکل وصورت و

کیفیت اختیار کرو۔

گریہ وندامت کی تعلیم

وعن انسؓ عن النبی ﷺ قال یا ایھا الناس ابکو افان لم تستطیعوا فتباکو ا فان اھل النار یبکون فی النار حتی تسیل د موعھم فی و جو ھھم کا نھا جدا ول حتی ینقطع الدموع فتسیل الدماء فتقرح العیون فلوان سفنا ازجیت فیھا لجرت (رواہ فی شرح السنہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ حضور ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگوں (اللہ اور اسے حساب دینے کے خوف سے) روؤ۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو تکلف سے روؤ (یعنی موت کے جن احوال کا سامنا کرنا پڑے گا ان کا تصور کرو جو اللہ کے خوف سے دل کی سختی کو ختم کرنے اور رلانے پر مجبور کردے) کیونکہ دوزخی جہنم میں اتنا روئے گیں (اللہ ہم سب کو اس رونے سے بچائے) کہ آنسو ختم ہو کر خون کے آنسوان کے چہروں سے اس طرح بہنا شروع کردیں گے جس طرح نالیوں میں پانی جاری ہو جاتا ہے۔ خون کے کثرۃ جریان سے ان کی آنکھیں لہولہان ہو جائیں گی اور آنکھوں سے آنسو اور خون کا نکلنا اتنا زیادہ ہوگا کہ نیچے جمع ہونے کے بعد نہر اور دریا کی طرح ڈھلوان کی طرف بہنا شروع کردے گا اگر ان بہنے والے آنسو اور خون میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں (جیسے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں)۔ ان آنکھوں سے بہنے والے آنسو اور خون میں چلنے لگیں گی

جو زیادہ ہنستا ہے

حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے (ندامت، پشیمانی، اللہ کے سامنے مغفرت کیلئے رونے کی بجائے) اور اس پر ہنستا بھی ہے وہ دوزخ میں روتا ہوا داخل ہوگا اور یہ بھی بزرگوں کے واسطہ سے منقول ہے کہ دنیا میں زیادہ ہنسنے والا آخرت میں بہت روئے گا اور دنیا میں اللہ کے خوف سے زیادہ رونے والا جنت میں خوش وخرم اور خوب ہنسے گا۔

رونے والی آنکھ

محمد بن عجلانؒ سے منقول ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی ماسوائے ان تین آنکھوں کی:

(۱) وہ آنکھ جو دنیا میں اللہ کے خوف سے روتی رہی۔ (۲) وہ آنکھ جو حلال اور ناجیز چیز اور مقام سے بچتی رہی۔ (۳) وہ آنکھ جو اللہ کی وجہ میں بے خواب رہی، جیسے اللہ کے دین کے اعلاء کیلئے مجاہدین کی چوکیداری اور حفاظت پر رات بھر مامور ہے یا رات بھر اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے عبادت اور گریہ زاری میں مصروف رہے۔

اچھے اور برے افعال کے اثرات

انسان دنیا میں اچھا یا برا جو عمل کرتا ہے اسکے اثرات دنیا میں بھی وقوع پذیر ہونا شروع ہو جاتا ہے حضرت ابو

هریرهؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔اے ابوھریرہ پرہیزگاری کی راہ اختیار کر جسکا فائدہ یہ ہوگا کہ (دنیا میں) زیادہ عبادت کرنیوالے بن جاؤ گے' قناعت اور صبر اپنے آپ میں پیدا کر جس کا اثر یہ ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ شکر گزار اور صابر بن جاؤ گے اور لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے چاہتے ہو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ (اللہ) ایسے عمل کرنے والے کو کامل مومن کے مقام پر فائز کردے گا۔اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا مسلمان بن جائے گا اور بہت کم ہنسا کر کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

نور ایمان سے خالی چہرہ

محترم دوستو! آپ خود بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ جو شخص موت کے بعد کے حالات سے بالکل بے فکر ہو ہر وقت ہنسنے اور دوسروں کو ہنسانے کے مشغلہ میں ہمہ وقت مشغول رہتا ہے اسکے چہرے کا رنگ ڈھنگ ایمانی چمک سے عاری ہو کر ایک مسخرہ کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے جس کے بارہ میں ہادی برحق صلعم کا ارشاد ہے:-

عن ابی ذرؓ قال دخلت علی رسول اللّٰہ صلعم فقلت یا رسول اللّٰہ اوصنی فذکر الحدیث بطولہ الیٰ ان قال علیک بطول الصمت فانہ مطردۃ الشیطان وعون لک علی امر دینک ، قلت زدنی قال وایاک و کثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب ویذھب بنور الوجہ (رواہ البیھقی)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے نصیحت فرمادیجیے، حضور ﷺ نے فرمایا، زیادہ وقت خاموشی اختیار کر (خاموشی) شیطان کو (انسان سے) دور بھگا دیتی ہے اور نیکی کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا مزید نصیحت کیجیے۔آپ ﷺ نے فرمایا، زیادہ ہنسنے سے بچتے رہو کیونکہ یہ عمل دل کو مردہ اور چہرے کی نور کو ختم کر دیتی ہے۔

جہنم کی گہرائی میں پڑنے کی وجہ

جو شخص صرف لوگوں کو ہنسنے اور ہنسانے کیلئے مسخرہ بن کر بے بنیاد اور لھو ولعب پر مبنی باتیں گھڑتا ہے اسکے بارہ میں فرمایا: **عن ابی سعید الخدریؓ یرفعہٗ قال ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ لا یرید بھا باسا الا لیضحک بھا القوم فانہ لیقع منھا ابعد من السماء (رواہ احمد)**

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری حضور صلعم سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا (جو) آدمی صرف لوگوں کو ہنسانے کیلئے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں (یہ) کوئی حرج (یا گناہ) نہیں سمجھتا لیکن اسکی وجہ سے زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ سے زیادہ گہرائی میں جہنم پہنچ جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو بے مقصد اعمال واقوال سے محفوظ فرما کر اپنے رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بننے والے اعمال پر چلنے کی توفیق سے مالا مال فرمادیں۔ آمین